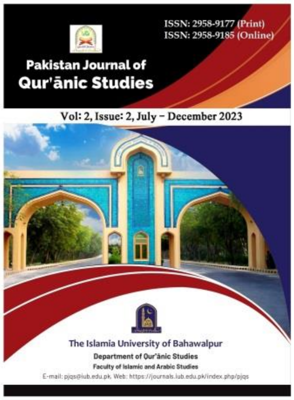

Pakistan Journal of Qur'ānic Studies

ISSN Print: 2958-9177, ISSN Online: 2958-9185

Vol: 2, Issue: 2, July – December 2023, Page no. 01-17

HEC: https://hjrs.hec.gov.pk/index.php?r=site%2Fresult&id=1089226#journal_result

Journal homepage: https://journals.iub.edu.pk/index.php/pjqs

Issue: https://journals.iub.edu.pk/index.php/pjqs/issue/view/163

Link:https://journals.iub.edu.pk/index.php/pjqs/article/view/2329

DOI: https://doi.org/10.52461/pjqs.v2i2.2329

Publisher: Department of Qur'ānic Studies, the Islamia University of Bahawalpur, Pakistan

Title Orientalistic Empirical Research Scholarship of Qur'anic Text: A Critical Appraisal by Mustafa Azami

Author (s): **Hafiz Abdul Raheem**
PhD Research Scholar, Department of Islamic Studies, University of Sargodha, Pakistan

Dr. Muhammad Feroz-Ud-Din Shah Khagga
Assistant Professor, Department of Islamic Studies, University of Sargodha, Pakistan

Received on: 22 November, 2023
Accepted on: 20 December, 2023
Published on: 31 December, 2023

Citation: Muhammad Feroz-Ud-Din Shah Khagga, and Hafiz Abdul Raheem. 2023. "Orientalistic Empirical Research Scholarship of Qur'anic Text: A Critical Appraisal by Mustafa Azami". *Pakistan Journal of Qur'ānic Studies* 2 (2):1-17. https://doi.org/10.52461/pjqs.v2i2.2329.

Publisher: The Islamia University of Bahawalpur, Pakistan.

All Rights Reserved © 2023 This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

قرآنیات میں استشراقی مشاہداتی اسلوب تحقیق: ڈاکٹر مصطفی اعظمی کی تنقیدات کا اختصاصی مطالعہ

Orientalistic Empirical Research Scholarship of Qur'anic Text: A Critical Appraisal by Mustafa Azami

Hafiz Abdul Raheem
PhD Research Scholar, Department of Islamic Studies, University of Sargodha

Dr. Muhammad Feroz-Ud-Din Shah Khagga
Assistant Professor, Department of Islamic Studies, University of Sargodha, Pakistan. Email: muhammad.feroz@uos.edu.pk

Abstract
Orientalism is a multifarious representation of eastern religions and cultures with a lying a perpetual consideration on Islamic fundamental sources. They intend to cast doubts on Quranic text with so-called empirical substance collating with the extent Quran in hand. A series of allegations including San'a fragments story and Mingana's antiquity fiction along with some other manifestations appeared by the orientalists like Blachere, Flugel and Wansbrough etc. The ultimate purpose was to malign the belief of Muslims and scratching the status and authenticity of their religious fundamental sources. A renowned late Muslim scholar Muhammad Mustafa Azami has tremendously traced this fiction based academic wave of orientalism and critically analyzed their misleading and deceptive notions with giving elucidative empirical evidences for the authenticity of Quranic text at its parallel at the same time. This article has been focusing the phenomenon of empirical orientalistic academia on Quran and its superficial aspects in the authentic and concrete approach of Sheikh Azami.

Keywords: Quranic Text, empirical study of Quran, Mustafa Azami, Orientalism, research methodology.

استشراقی نگارشات میں دیانتدارانہ رویوں کے برعکس مصادر اسلامیہ کو قصداً مشکوک قرار دینے کے جذبات منعکس ہوتے نظر آتے ہیں، اس سلسلے میں انہوں نے متن قرآن کے بارے میں ارتیابات پیدا کرنے کی غرض سے مختلف قسم کے محور قائم کئے ہیں۔ ڈاکٹر محمد مصطفی اعظمی اسی استشراقی فکر کے حوالہ سے ان الفاظ میں تبصرہ کرتے ہیں کہ ہر زمانہ اور موجودہ دور میں بھی قرآن پر مستشرقین نے اعتراض اور شکوک وشبہات کا انبار لگایا ہے۔ اس میں اہل علم عیسائی مبلغین اور کبھی کبھی سیاستدان بھی شامل ہو جاتے ہیں۔ ایسی دو فروعی تقاسیم مسلمانوں کے لیے ناراضگی کا باعث اور غیر مسلموں کے لیے پریشان کن ہیں۔"[1]

استشراقی تنقیدی محاور اور اسالیب میں ارتقائی عمل جاری ہے، عصر حاضر میں مشاہداتی (empirical) طریق ان کے ہاں زیادہ مرغوب اور مشاہد ہے۔ اس تحقیقی اسلوب میں نظری بحثوں سے ہٹ کر محققین تاریخی موجود یافتوں، پارچوں اور پتھر کی سلوں اور دیگر مادی شواہد کے ذریعہ تقابل کے اسلوب کا سہارا لیتے ہیں تاکہ اپنے موقف کو ثابت کرنے کے لئے فریق مخالف کو مسکت ومبہوت بنایا جائے۔ مستشرقین میں یہ اپروچ (revisionism) نظریہ نظر ثانی کہلاتا ہے، جس کے سرخیل میں جان وانسبرو اور اس کے متبعین ہیں۔

ڈاکٹر محمد مصطفی اعظمی مسلم محققین میں ان چنیدہ اور نادر شخصیات میں شمار ہوتا ہے جنہوں نے پر اعتماد طریقے سے اس جدید استشراقی منہج سے مرعوب یا فرار ہونے کی بجائے نہایت قوت کے ساتھ اسی کو اپنا ذریعہ بناتے ہوئے استشراقی اندیشوں کو شواہد اور مشاہداتی دلائل کے ساتھ نہ صرف رد کیا بلکہ بائبل کے غیر مدونہ حصوں (non canonical) کا تجزیہ پیش کر کے خود ان کے ہاں تدوینی مراحل کی غیر مستند تاریخ رکھی اور ثابت کیا کہ جن اصولوں کو مدنظر رکھتے ہوئے وہ قرآنی متن پر شبہات قائم کرتے ہیں وہ صورتحال دراصل متن بائبل کو درپیش ہوئی، لہذا بائبل اور متن قرآنی کا تقابل ہی سرے سے تحقیقی بنیادوں پر درست نہیں۔

پہلے مرحلہ میں مستشرقین نے خود عہد نامہ قدیم کی صحت پر شکوک وشبہات پیدا کرنے کا بیڑا اٹھایا، اس ضمن میں ویل ہاسن (Wellhausen نے عہد نامہ جدید کے ساتھ ساتھ قرآن پر پر شبہات کی راہیں ہموار کیں۔ بعد ازاں دوسری جنگ عظیم میں شکست کے بعد یہودیوں نے مسلمانوں کے اذہان سے قرآن کی حقانیت اور اللہ کے غیر متبدل کلام ہونے میں تشکیک پیدا کرنے کے لیے فاتح اتحادیوں نے انہیں ایک ایسی سرزمین عطا کی جو کہ نہ تو اس گروہ (یہود) سے اور نہ ہی دوسرے

[1] M.Mustafa, Al-Azmi, The History of The Quranic Text from Revelation to Compilation (UK: Turath Publishing, 2008), 2.

گروہ (نصاری) سے تعلق رکھتی تھی۔اس عمل نے سرزمین فلسطین کے حقیقی باشندوں کو پناہ گزیں بننے پر مجبور کیا۔ڈاکٹر اعظمی لکھتے ہیں کہ:

"قیام اسرائیل کے بعد استشراقی فکر میں تبدیلی رونما ہوئی اور مسلمانوں کے اذہان سے خدا، مذہب، اور تاریخ کو ہٹانا ایک بہت بڑا چیلنج ثابت ہوا۔ حتیٰ کہ جہاں لادینیت سرایت کر بھی گئی، وہاں بھی مسلمان اسرائیل کو برداشت نہ کر سکے۔اس ضمن میں مستشرقین کی مساعی کا مقصد اسلامی متون میں یہودیوں یا فلسطین کے تمام نصوص کو سراسر من گھڑت ثابت کرنا تھا۔ علاوہ ازیں عہد نامہ جدید کی طرح قرآن سے ان تمام اقتباسات کا صفایا کرنا تھا جو کہ خلاف سامیت سمجھے جاتے تھے۔جب تک مسلمان قرآن کو اللہ تعالیٰ کا غیر متبدل کلام سمجھتے ہیں، خاتمے کا یہ مسئلہ ناقابل حل رہے گا۔"[2]

قرآن اقوام عالم کا وضع کردہ

قرآن کی نصوص پر اعتراضات دراصل عہد حاضر کی استشراقی فکر کا نتیجہ نہیں ہے اور نہ ہی یہ تحریک جداگانہ فکر کی مستقل بنیادوں کی حامل ہے بلکہ یہ تمام شکوک وشبہات صدر اسلام سے ہی اہل کتاب اور کفار مکہ کے قدیم مطاعن کا ایک تسلسل ہیں۔ اولاً مستشرقین قرآن کو نبی کریم ﷺ کی تصنیف قرار دیتے رہیں ہیں لیکن قیام اسرائیل کے بعد ان کی فکر میں تبدیلی رونما ہوئی کہ قرآن نبی کریم ﷺ کی تالیف نہیں بلکہ بعد مختلف اقوام عالم کا وضع کردہ ہے۔وانسبرو (Wansbrough) بذات خود اس تصور کے سخت حامی نے یہ ثابت کرنا چاہا کہ موجودہ قرآن تنہا حضرت محمد ﷺ کا فن پارہ نہیں ہے بلکہ درحقیقت عالم اسلام میں پھیلی بہت سی اقوام کا جنہوں نے دو سو سالوں کے دوران اس متن کو وضع کیا۔Humphreys کا حوالہ دیتے ہوئے وانسبرو (Wansbrough) بیان کرتا ہے:

"Islamic scripture - not merely Hadith but the Qur'an itself - was generated in the course of sectarian controversy over a period of more than two centuries, and then fictitiously projected back onto an invented Arabian point of origin.3"

اسلامی کتاب مقدس - نہ صرف حدیث بلکہ بذات خود قرآن - دو سو سال سے زائد کے عرصے میں مسلکی تنازعہ کے دوران تخلیق کی گئی، اور پھر فرضی وضع کردہ عرب نقطہ مبدا سے منسوب کی گئی۔ڈاکٹر محمد مصطفی اعظمی وانس برو کے پہلی صدی میں

---

[2] Mustafa Azmi, *The History of The Quranic Text*, 318.
[3] J. Wansbrough, *Quranic Studies: Sources and Methods of Scriptural Interpretation* (London: Oxford, 1977), 44.

جمع وتدوین قرآن مجید پر شبہ کے رد میں تاریخ سے استدلال کرتے ہیں کہ "یہ دعویٰ کرتے ہوئے وہ ایسے بہت سارے شواہد سے صرف نظر کرتا ہے، جو اس دعوے کو جھٹلانے کی پوری صلاحیت رکھتے ہیں بلکہ واضح طور پر جھٹلاتے ہیں۔مثال کے طور پرڈوم آف دی روک(Dome of the Rock)کے اندر کندہ ہوئے بیل بوٹے اور حروف قرآنی آیات کی اس ترتیب سے متعلق ہیں جو اس زمانے میں سارے حجاز فلسطین کے علاقے میں رائج تھیں۔یہ پہلی صدی ہجری کا زمانہ ہے جب شاہی اور مذہبی عمارتوں میں قرآن پاک کی آیات خوبصورت نقش ونگار کے ساتھ،سنگ درسنگ، عمارتوں کو دلفریب بنائی گئی تھیں اور چونکہ ڈوم آف دی روک، 72ہجری میں مکمل ہو گیا تھا،اس لئے اس کے اندر لکھی اور کھدی ہوئی قرآنی آیات قرآن پاک کے وجود کی بہت بڑی دلیل ہے۔یہ مشاہداتی اور تاریخی استدلال ثابت کرتا ہے کہ پہلی صدی ہجری کے نصف میں،کوفی رسم الخط میں تحریر لکھی جاتی تھی کیونکہ اس دریافت شدہ تحریروں کے ساتھ تواریخ درج ہیں"[4]۔

جاہلی شرکیہ مقامات کی اسلامی مصادر سے مماثلت

یہودا نیفو(Yahuda Nevo)اور جیوڈتھ کورن(J.Koren)علوم اسلامیہ پر نظریہ نظر ثانی(Revisionist)کی فکر کا اطلاق کرتے ہیں۔اردن(Jorden)اور جزیرہ نما عرب کے مختلف آثاریاتی سروے سے متعلق بیان کرتے ہوئے وہ کہتے ہیں کہ اگرچہ یونانی(Hellenistic)، نباطی (Nabataean)،رومی تہذیبیں دریافت ہوئی لیکن چھٹی اور ساتویں صدی عیسوی کے اوائل میں مقامی تہذیب کا کوئی اشارہ نہیں ملا۔جیسا کہ یہودا نیفو(Yahuda Nevo)اور جیوڈتھ کورن(J.Koren)بیان کرتے ہیں:

> "In particular, no sixth or seventh-century Jahili pagan sites, and no pagan sanctuaries such as the Muslim sources describe, have been found in the Hijaz [western Arabia] or indeed anywhere in the area surveyed .... Furthermore, *the archaeological work has revealed no trace* ef *Jewish settlement at Medina, Xaybar or Wadi al-OJtrra.* Both these points contrast directly with the Muslim literary sources' descriptions of the demographic composition of the pre-Islamic Hijaz." [5]
>
> "خاص طور پر، کوئی چھٹی یا ساتویں صدی کا جاہلی (شرکیہ) مقام، اور کوئی شرکیہ عبادت گاہ جیسا کہ اسلامی مصادر بیان کرتے ہیں، حجاز (مغربی عرب) میں نہیں ملے ہیں یا بلاشبہ سروے کئے گئے علاقہ میں کہیں

[4] Azmi, Why Muslims must reject the authority of Orientalist, 266. http://www.worldbulletin.net/?aType=yazarHaber&Article/=266.

[5] J. Koren and YD. Nevo, Methodological Approaches to Islamic Studies (Deutschland: Der Islam, 1991), 61.

بھی۔۔۔ علاوہ ازیں، مدینہ، خیبر یا وادی القرع میں آثار یاتی یہودی بستی کا سراغ نہیں ملا ہے۔ یہ دونوں نکات براہ راست قبل از اسلام ترکیب آبادی کے اسلامی ادبی ماخذات کے تذکروں سے متصادم ہیں۔"

مستشرقین کی مذکورہ سروے کے مطابق مدینہ اور اس کے مضافات میں کسی یہودی بستی کے آثار نہیں ملے جبکہ کورن اور نیفو، اس کے برعکس دعویٰ کرتے ہیں وہاں پر بستیوں کے آثار موجود تھے جیسا کہ شرک کے بہت زیادہ شواہد مرکزی النقب (جنوبی فلسطین) میں موجود ہیں، یہ ایک ایسا علاقہ تھا جسے اسلامی مصادر نے بالکل نظر انداز کر دیا۔ کھدائی کئے گئے مزارات سے صاف ظاہر ہوتا ہے شرک اس وقت عباسی عہد (آٹھویں صدی عیسوی کے وسط) کے آغاز تک رائج تھا جس کا مطلب یہ ہے کہ النقب (جنوبی فلسطین) کے اچھے خاصے لوگوں نے اسلام کے ابتدائی 150 سالوں میں اپنا شرکیہ تشخص بر قرار رکھا اور یہ مقبرے اور ارد گرد کا مقامی جغرافیہ جاہلی شرکیہ مقامات کے اسلامی مصادر کے تذکروں سے بہت زیادہ مماثلت رکھتا ہے۔ڈاکٹر اعظمی مستشرقین کے حجاز میں یہودی بستیاں کی عدم موجودگی سے متعلق نظریہ کو رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اگر ہم کورن (Koren) اور نیفو (Nevo) کے دعویٰ کو قبول کرتے ہیں، کہ پیغمبر کے عہد کے دوران حجاز میں یہودی بستی کا کوئی ثبوت نہیں ہے، منطقی نتیجہ یہودیوں سے متعلقہ تمام آیات کا انکار ہوگا چونکہ ممکنہ طور پر انہیں حضرت محمد ﷺ تحریر نہیں کر سکتے تھے۔ امت مسلمہ نے لہٰذا ایک متاخر مرحلے میں ان کو نتھی کرنا چاہئے تھا؛ کتاب کو اس کی اصلی شکل میں بحال کرتے ہوئے، (جیسا کہ بالفرض حضرت محمد ﷺ نے تحریر کیا) جعلی، خلاف سامی اقتباسات کو فوری طور پر ہٹانے کی ضرورت ہے۔ اور، اگر ہمارا یہ یقین ہے کہ قرآن اور سنت میں محولہ قبل از اسلام شرک کو محض اس ثقافت سے فرضی طور پر منسوب کیا جس نے جنوبی فلسطین میں نشوونما پائی، پھر طوالت کے ذریعے خود شخصیت محمد مشکوک بن جاتی ہے۔ ایک بعد ازاں انتساب شاید فلسطین کی ربانی (Rabbinic) موجودگی کی قدیم یادگاریں ہیں، کورن (Koren) اور نیفو (Nevo) کی آراء کو مکمل طور پر وانسبرو (Wansbrough) کے نظریات سے موافق بناتے ہوئے۔ اس طرح سے مسلمان اپنے تشخص اور تاریخی اصل فراہم کرنے پر یہودیت کے ممنون ہو جاتے ہیں، جو کہ بدلے میں قوم یہود کی مذمت والی تمام آیات کے خاتمے کی مزید تحریک فراہم کرتی ہے۔" [6]

[6] J. Koren and YD. Nevo, "Methodological Approaches to Islamic Studies, 102.

مسخ شدہ انتسابات

مستشرقین قرآن مجید میں بیان کیے گئے بعض واقعات پر یہ اعتراض نقل کرتے ہیں کہ ان سے متعلق آیات نبی کریم ﷺ نے اہل کتاب کے کسی عالم سے زبانی سنی اور جنہیں بیان کرنے میں مغالطہ ہوا ہے۔ انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا (1891) کے ایک آرٹیکل میں نولڈیکے (Noldeke) ابتدائی یہودی تاریخ کے متعلق حضرت محمد ﷺ کی جانب بعض فرض کردہ ناموں اور تفاصیل کو بگاڑنے کا یہ الزام عائد کرتا ہے کہ آپ ﷺ نے یہودی ماخذات سے چرائے تھے۔[7] ان ناموں کو بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ "قرآن نے فرعون کے وزیر کا نام ہامان ذکر کیا ہے جبکہ اس نام سے فرعون کے کسی وزیر کا تذکرہ عہد نامہ قدیم میں نہیں ملتا اسی طرح مریم حضرت موسی کی بہن کا نام بھی تھا اور عیسیٰؑ کی والدہ کا نام بھی ہے اول الذکر اخت موسی عمران کی بیٹی تھی جبکہ مغالطے کی بنا پر مریم کو بنت عمران قرار دیتا ہے اور عرب سے باہر کسی چیز کا آپ کو پتہ نہیں تھا، وہ مصر کی زرخیزی کا انحصار جہاں بارش کبھی دیکھی نہیں اور کبھی یاد نہیں کی جاتی ہے، دریائے نیل کے سیلاب کو بارش قرار دیتا ہے۔ ڈاکٹر اعظمی قرآنی الفاظ کو یہودی تعلیمات سے ماخوذ قرار دینے کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> " افسوس کی بات ہے کہ یہ خارجی الفاظ میں اسلام کو ڈھالنے کی ایک اور مثال ہے۔ کس کے لئے یہ کہا جاتا ہے کہ فرعون ہامان نامی وزیر نہیں رکھتا تھا، صرف اس وجہ سے کہ پہلی کتب مقدسہ اس کا ذکر نہیں کرتی ہیں۔ نولڈیکے اپنی تلبیس سے یہ وضاحت کرنے میں چشم پوشی سے کام لیتا ہے کہ قرآن حضرت مریمؑ (ام عیسیٰ) کا حوالہ "اخت ہارون" کے طور پر دیتا ہے، نہ کہ اخت موسیٰؑ۔ ہارون پہلا اسرائیلی مذہبی پیشوا تھا۔ NT Elizabeth کے مطابق وہ مریم اور جان دی بپٹسٹ (John the Baptist) کی ماں کا خالہ زاد (Cousin) تھا، جو کہ مذہبی خاندان سے تعلق رکھتا تھا اور چنانچہ "ہارون کی بیٹیوں میں سے تھی"۔ اس کو وسعت دے کر اطمینان سے مریم (Mary) یا الزبتھ (Elizabeth) کو "ہارون کی بہنیں" یا عمران (ہارون کے والد) کی بیٹیاں قرار دے سکتے ہیں۔"[8]

ڈاکٹر اعظمی مصری زرخیزی سے متعلق نولڈیکے کے اعترض کے رد میں آیت قرآنیہ پیش کرتے ہیں کہ مصری زرخیزی کے متعلق نولڈیکے کے الزام کی بابت کیا خیال ہے؟ دریائے نیل کے سیلابوں کی بیشتر وجہ بارش میں تغیر و تبدل ہے، جس کی کوئی ماہر ماحولیات تصدیق کرے گا۔ اس ضمن میں جس آیت پر اعتراض کیا گیا ہے وہ آیت کچھ اس طرح سے ہے۔

---

[7] Ibn Warraq (ed.), The Origins of the Koran: Classic Essays on Islam's Holy Book (NY: Prometheus Books, 1998), 36-63.

[8] Azmi, The History of The Quranic Text, 305.

"ثُمَّ يَأْتِيْ مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ عَامٌ فِيْهِ يُغَاثُ النَّاسُ وَفِيْهِ يَعْصِرُوْنَ۔" [9]

"پھر اس کے بعد ایک ایسا سال آئے گا جس میں لوگوں پر مینہ برسے گا اور جس میں وہ شراب اور تیل نچوڑیں گے۔"

اس آیت میں بارش کے کسی حوالہ کو اخذ کرنے کا کام قاری پر چھوڑ دوں گا، دراصل اس الزام میں نولڈیکے کی وہ الجھن ہے جو بارش اور نجات کے اسماء کو نہ سمجھنے کی بدولت پیدا ہوتی ہے۔[10]

قرآن بطور منقول انجیل(A Counterfeited Bible)

مستشرق Hirschfeld نے قرآن پر انجیل کے چربہ ہونے کا الزام عائد کیا ہے[11]۔ڈاکٹر اعظمی اس الزام کے رد میں عیسائیت کے دو بڑے عقائد (اصلی گناہ اور کفارہ) کو قرآنی آیات کی روشنی میں بیان کرتے ہیں کہ عقیدہ اصلی گناہ ہر انسان کو اولاد آدم ہونے کی بناء پر خود بخود وراثت میں ملتا ہے جبکہ عقیدہ کفارہ مجسم عقیدہ ہے کہ خدا نے اس گناہ کے کفارہ کے طور پر اپنے اکلوتے جنے ہوئے بیٹے کی قربانی دی۔ قرآن قطعی طور دونوں کو مسترد کر دیتا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"فتلقى ادم من ربه كلمت فتاب عليه۔" [12]

"اس پر آدم کو اپنے رب کی طرف سے (ہدایت) ملی اور اس نے اس کی توبہ قبول کر لی۔"

"ولاتكسب كل نفس الاعليها ولاتزر وازرة وزر اخرى"۔[13]

"اور جو کوئی شخص کوئی کمائی کرتا ہے، اُس کا نفع نقصان کسی اور پر نہیں، خود اُسی پر پڑتا ہے، اور کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی اور کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔"

لہذا عہد نامہ قدیم سے اخذ و استفادہ کے متعلق استشراقی دعوی جیسا کہ وانسبرو، نولڈیکے اور دیگر نے بالاصرار نے یہی موقف اختیار کیا ہے، قطعی طور پر حقائق کے منافی ہے ۔

قرآن کریم پر متنی استشراقی شبہات کی روایت

نزول قرآن کے آغاز سے ہی متن قرآن کریم کی الوہی حفاظت کا نظام مربوط، مضبوط اور محکم بنیادوں پر استوار ہے، چنانچہ قرآنی متن میں ترمیم و تحریف کی نہ کوئی گنجائش رہی اور نہ ہی قرآن کے متوازی و مماثل کوئی کلام تخلیق کرنے کا، اس لیے

---

[9] Surah Yousuf, 12:49
[10] Azmi, The History of The Quranic Text, 306.
[11] Mingana, A. Transmission of the Koran (New York: Prometheus Books ,1988), 112..
[12] Surah AL-Baqarah. 2:37
[13] Surah Al-An'am, 6:164

اسلام مخالف قوتیں جو صدر اسلام سے ہی قرآن کو مٹانے کے درپے ہیں انہوں نے ہر قسم کے شبہات اٹھائے اور دور حاضر تک یہ سلسلہ چلتا رہا اس ضمن میں مستشرقین نے اپنے تمام وسائل اور دماغی و قلمی طاقتیں قرآن میں شکوک وارتیاب پیدا کرنے میں صرف کرنا شروع کردیں، ان مستشرقین میں سے فلوجل اور بلاشیر کا تذکرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر مصطفی اعظمی کے ناقدانہ تبصرے نہایت دلچسپ ہیں۔ ذیل میں ان مستشرقین کے قرآنی متن پر ناقدانہ نقطہ نگاہ کا بالاختصار جائزہ پیش خدمت ہے:

I۔ فلوجل (Flugel):

۱۸۴۷ میں قرآن کا ضمیمہ طبع کرتے ہوئے، فلوجل نے قرآن کے عربی متن پر طبع آزمائی کرنے کی کوشش کی اور اسے ایک ایسی پیداوار دکھانے میں کامیاب ہوا جو کہ کسی بھی قاری کے لئے ناقابل قبول ہے۔ سات ممتاز ترین قراء میں سے کسی ایک کے مطابق تلاوت قرآن کرنے کے متعلق مسلمانوں میں اجماع پایا جاتا ہے۔

ڈاکٹر اعظمی فوجل کی قرآنی تحریف کی کاوش کا الزامی محاکمہ کرتے ہوئے مستشرق جیفری کا تبصرہ بطور دلیل نقل کرتے ہیں کہ جو کہ سب رسم عثمانی اور سنت قرات پر عمل کرتے ہیں اختلافات زیادہ تر چند تبدیل شدہ اعراب میں ظاہر ہوتے ہیں جن کی سآن آیاتکے مواد میں کوئی اہمیت نہیں ہے۔ ہر طبع شدہ مصحف ان سات قرات میں کسی نہ کسی پر مبنی ہے، آغاز سے اختتام تک یکساں طور پر اس عمل کرتے ہوئے۔ فلوجل نے تاہم تمام سات استعمال کی ہیں۔ اپنی مرضی سے ایک جگہ ایک قرات کا انتخاب کرتے ہوئے اور دوسری جگہ دوسری کا (بلا کسی جواز کی کوشش کے)، کسی جواز یا قدر کا ملغوبہ تخلیق نہ کرتے ہوئے: حتیٰ کہ جیفری (Jeffery)(روایت اسلامی کا حامی نہیں ہے) نے تبصرہ کیا:

> "Flugel's edition which has been so widely used and so often reprinted, is really a very poor text, for it neither represents any one pure type of Oriental text tradition, nor is the eclectic text he prints formed on any ascertainable scientific basis".[14]
>
> "فلوجل کا ایڈیشن جو کہ بہت وسیع پیمانے پر استعمال ہوا ہے اور بہت زیادہ دفعہ اس کی طبع نو کی گئی ہے واقعتاً ایک ناقص متن ہے، کیونکہ یہ نا تو کسی استشراقی متنی روایت کی خالص قسم کا مظہر ہے، ناہی وہ کوئی ایسا اصطفائی متن طبع کرتا ہے جس کی بنیاد کسی قابل دریافت سائنسی بنیاد پر ہو۔"

ii۔ بلاشیر (Regis Blachere):

---

[14] Jeffery. A, Matirial of the History of the Text of the Quraan (Leiden: The Old Codices, 1937), 4.

قرآن کا فرانسیسی میں ترجمہ کرتے ہوئے (Le Coran, 1949)، ریجس بلاشیر (Regis Blachere) نہ صرف قرآنی سورتوں کی ترتیب تبدیل کر دیتا ہے بلکہ متن قرآن کے اندر دو فرضی آیات کا بھی اضافہ کرتا ہے۔ وہ ایک جعلی روایت پر اس کی بناء قائم کرتا ہے جس میں شیطان نے پیغمبر ﷺ کو اپنی وحی سنائی۔ ڈاکٹر اعظمی اس حوالے سے رقمطراز ہے مستشرقین در حقیقت وحی کی اصل روح کو سمجھنے سے قاصر رہے ہیں وہ بلاشیر کی تحریف قرآنی پر ان الفاظ میں نقد کرتے ہیں کہ وہ بظاہر اتنی اہلیت بھی نہیں رکھتا تھا کہ کلام اللہ اور واقعہ میں مذکور شرکیہ باتوں میں تمیز کر سکے۔ نہ تو کوئی قرات کے تنشیری ذرائع اور نہ ہی ۲۵۰۰۰۰ دستیاب قرآنی مصاحف ان دو آیات پر مشتمل ہیں جو کہ بذات خود اپنے سے پہلی اور بعد کی ہر چیز کی مکمل طور پر نفی کرتی ہیں اور دراصل قرآن کے اصل جوہر کی بھی۔

ڈاکٹر اعظمی توضیح میں بیان کرتے ہیں کہ یہ ضعیف روایت مستشرقین کے لئے اس قدر دلکش ثابت ہوئی ہے کہ وہ اس کو نظر انداز نہیں کرتے ہیں۔ *Rev Guillaume* اپنے سیرت ابن اسحاق کے ترجمہ میں اس قدر زیادہ بد دیانتیوں کا مرتکب ہوا ہے کہ ان کو ذکر نہیں کیا جا سکتا، ان میں الطبری کے کاموں سے دو صفحات کا ادخال ہے، جس میں اس کی قدر تجسس کی خاطر الطبری یہ جعلی قصہ بیان کرتا ہے۔ گلیوم (*Guillaume*) کبھی بھی اپنے خارجی حوالہ جات واضح طور پر بیان نہیں کرتا ہے، انہیں بنیادی ڈھانچہ متن سے الگ کرنے کی بجائے انہیں بریکٹس میں لکھتے ہوئے، اور ان سے پہلے *T* لکھتا ہے جسے وہ بہت زیادہ استعمال کرتا ہے مگر کبھی اس کی صراحت نہیں کی۔ یہ طویل واقعہ (دو صفحات) اسی استعمال سے مستفید ہوتا ہے اور دانستہ طور پر اس واقعہ ابن اسحاق کے سنجیدہ تاریخی کام کا ایک حتمی حصہ سمجھتا ہے۔[15]

Iii۔ الفونس منگانا (Alphonse Mingana):

مصحف عثمانی میں حروف علت درج نہ تھے مستشرق منگانا اس کو بنیاد بنا کر بعض آیات کی کتابت میں پہلے حروف علت کو درج کرتا ہے اور بعد ازاں تشکیک پیدا کرنے کے لیے حروف علت کو گرا دیتا ہے مثال کے طور پر:

مثال نمبرا: سورۃ بنی اسرائیل کی آیت میں بارکنا لفظ کی دو طرح سے کتابت کرتا ہے:

Printed Qur'ān (as given by Mingana):	حوله	باركنا
Mingana's manuscript:	حوله	بركنا

[15] Azmi, The History of The Quranic Text, 328.

ڈاکٹر مصطفی اعظمی اس کے جواب میں لکھتے ہیں کہ مدینہ میں مطبوعہ مصحف کا اب مطالعہ کرنے والے کسی بھی شخص کو پتہ چل جائے گا کہ شائع شدہ ہجے بارکنا ہیں نہ کہ برکنا۔لہذا منگانا پہلی مثال میں اپنی مرضی سے الف داخل کر دیتا ہے، اور پھر دوسری میں ایک مختلف شکل (Variant) پیدا کرنے کے لئے چھوڑ دیتا ہے۔ نیز، لفظ بارک کا مطلب رحمت کے ساتھ ساتھ گھٹنوں کے بل جھکنا بھی ہے، اور اس سے پہلی سطر کا 'بابرکت' (Blessed) ترجمہ کرتے ہوئے استفادہ کرتا ہے اور دوسرے کا 'جھکا ہوا'۔[16]

مثال نمبر ۲: اسی طرح سورۃ توبہ میں لفظ یھدی اور القوم کی کتابت میں تحریف کرتا ہے جیسے

Printed Qur'ān (as given by Mingana):	[الكافرين]	القوم	لا يهدى
Mingana's manuscript:	[الكافرين]	لقوم	لا يهدا

ڈاکٹر اعظمی اس کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ یہ کوئی راز نہیں ہے ابتدائی کاتبین اپنے مصاحف میں حروف علت (ا، و اور ی) شاذونادر ہی گراتے تھے اور مصنف نے یھدی میں حتمی حرف علت چھوڑا ہے کیونکہ یہ ساکت ہے۔ اس طرح ایک بار پھر منگانا (Mingana) نہایت معروف قواعد رسم کی عدم تفہیم کے سبب ان مثالوں کو قرآنی متن میں ردوبدل گردانتا ہے۔ اسی طرح وہ الف (ا) کو القوم سے الگ کرتا ہے اور اسے لا یھد کے بعد رکھتا ہے۔

مثال نمبر 3: اسی طرح سورۃ المومن میں الفاظ یک اور ینفعهم میں ردوبدل کرتا ہے جیسے:

Printed Qur'ān (as given by Mingana):	ايمانهم	ينفعهم	يلك	فلم
Mingana's manuscript:	ايمانهم	نفعهم	يكن	فلم

ڈاکٹر اعظمی اس کو جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ کسی قدر زیادہ تصنع کے ذریعے منگانا (Mingana) تخلیقی طور پر بلا نقط متن پر اپنے نقاط کا اضافہ کرتا ہے۔

یمنی پارچہ جات کی استنادیت

[16] Azmi, The History of The Quranic Text, 313.

۱۹۷۲ء میں صنعا (یمن) کی ایک پرانی مسجد کی بحالی کے دوران مزدوروں کو ایک قبر کے آثار ملے لیکن انہوں نے زیادہ توجہ نہ دی کیونکہ مسلمان مساجد میں قبر میں نہیں بناتے۔ اس قبر میں کسی میت کی باقیات نہیں تھیں بلکہ اس میں چرمی پارچے اور کاغذی مواد تھا جو فرسودہ کتب اور عربی متون کے صفحات پر مشتمل تھا جو صدیوں کی نمی سے جڑ کر گودہ بن چکا تھا اور جسے چوہوں، کیڑوں نے بھی کتر رکھا تھا۔ مزدوروں نے یہ سارا مواد تھیلوں میں بھر کر مسجد کے ایک مینار کی زینوں میں رکھ دیا۔ اگر یمنی محکمہ آثار قدیمہ کے صدر قاضی اسمعیل الاکوع کی نظر نہ پڑتی تو اس مواد کو حسب سابق بھلا دیا جاتا۔ قاضی موصوف نے ان پارچوں کو جانچنے اور محفوظ کرنے کے لیے بین الاقوامی مدد کے حصول کی کوشش کی اور آخر ۱۹۷۹ء میں ایک جرمن عالم کی دلچسپی بیدار کرنے میں کامیاب ہوئے جنہوں نے جرمن حکومت کو ان خستہ پارچوں کی بحالی کے لیے مالی امداد پر آمادہ کر دیا۔ کام شروع ہوتے ہی جلد اندازہ ہوا کہ مذکورہ دفینہ کچھ اور مواد کے ساتھ ساتھ مصحف قرآنی کے ہزاروں پارچوں کا مجموعہ ہے۔ متقی مسلمان قرآن کے پرانے نسخے اور پھٹے ہوئے صفحات بالعموم اس طرح دفن کر دیتے ہیں تاکہ صرف مکمل ایڈیشن ہی زیر مطالعہ رہیں۔[17]

یمنی پارچوں کی حقیقت

سارلینڈ یونیورسٹی، (ساربروکن، جرمنی کے عربی خطاطی کے ماہر جیرڈ-آر-پوئن (Gerd.R.Puin) وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے یمنی پارچوں کے مطالعے میں کافی وقت صرف کیا۔ انہیں مواد کی قدامت کا احساس بھی ہوا اور سرسری مطالعے سے ان پر یہ بھی واضح ہوا کہ اس میں آیات کی ترتیب غیر رواجی ہے، متون میں چھوٹے چھوٹے اختلافات ہیں اور علم املا و حروف اور فنی آراستگی کے نادر نمونے ہیں۔ زیادہ پر کشش بعض قدیم ترین قرآنی ٹکڑوں کی پرانی حجازی عربی نگارش تھی۔ کچھ چرمی پارچے ایسے بھی تھے جن پر کچھ تحریر مٹا کر دوبارہ لکھی جاسکتی ہے (palimpsests) پوئن نے محسوس کیا کہ "یمنی صفحات یہ بتارہے ہیں کہ قرآن محض اور کاملاً وہ قول خداوندی نہیں جو محمد ﷺ پر ساتویں صدی عیسوی میں وحی کے ذریعے نازل ہوا، بلکہ ایک ارتقاپذیر متن ہے۔ ڈاکٹر مصطفی اعظمی پوئن کی علمی حیثیت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

> "صنعاء میں قدیم قرآنی پارچہ جات کی بحالی کے ساتھ منسلک رہا ہے جس کے لیے وہ اور اس کی ٹیم مناسب شکریہ کی مستحق ہے جیسے ایک جلد ساز ریاضی کی ایک کتاب کی جلد سازی کرتا ہے تو اس کام کی

[17] Lester. T, "What is Koran? The Atlantic Monthly.", 283/1(Jan 1999), 43-56.

وجہ سے ریاضی دان نہیں بن سکتا۔ بالکل اسی طرح پوئن کو بھی ان قرآنی پارچہ جات کے احیاء کی کاوشوں کی بدولت قدیم مخطوطات اور قرآن کی مکمل تاریخ پر ایک عالمی ماہر سمجھا جاتا ہے۔"[18]

یہ بات قابل فہم ہے کہ غیر مسلم قرآن پاک کے مطالعہ، تنقید و تنقیح اور استرداد کا حق رکھتے ہیں تا کہ وہ اپنے لیے کوئی فیصلہ کر سکیں۔ لیکن حیرت اس وقت ہوتی ہے جب وہ یہ دعوی کرتے ہیں کہ وہ اسلام کو مسلمانوں سے زیادہ سمجھتے ہیں۔ اور عجیب و غریب نظریات پیش کرتے ہوئے وہ یہ توقع بھی رکھیں کہ مسلمان ان کے جاہلانہ تصورات اور ان کے علم و فضل سے متاثر بھی ہو جائیں۔ ایسی ہی ایک کاوش ٹوبی لسٹر نے ایک مضمون (What is Koran) قرآن کیا ہے؟ لکھ کر کی جو جنوری ۱۹۹۹ء میں ماہنامہ (The Atlantic Monthly) میں شائع ہوا ہے۔ اس میں قرآن کے آغاز اور صحت کے متعلق بہت سے سوالات کو جنم دیا ہے۔ ٹوبی لیسٹر کے اندر کے صحافی نے سوچا کہ ایک بہت دلچسپ کہانی اس کے ہاتھ لگ گئی ہے، اور وہ فوراً اسے شائع کرانے کے لیے دوڑا۔ مسلمانوں کے لیے اس کہانی میں کوئی نئی بات اس لیے نہ تھی کہ وہ روز اول سے ایسی کہانیاں سنتے آئے تھے۔ ڈاکٹر مصطفی اعظمی ٹوبی لسٹر کی اہلیت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"وہ ایک متجسس رپوٹر تھا جس نے فلسطین اور یمن میں چند برس گزارے ہیں۔ اس کے پاس اسلام اور قرآن کا کوئی علم نہ تھا۔ یہ بات اس کی راہ میں حائل ہوتی ہے اور وہ اس تنازعہ میں گہری تحقیق کرتا ہے۔ چنانچہ وہ یہ نتیجہ اخذ کرتا ہے کہ قرآن مجید کی تعلیمات دوسرے مذاہب سے اخذ کی گئی ہیں۔"[19]

مستشرقین نے قرآن کریم پر جو اعتراضات کیے ہیں، انہیں کسی منطق سے کوئی علاقہ نہیں، بلکہ وہ اعتراض برائے اعتراض کی ذیل میں آتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ قرآن زبانی ہی کیوں نازل ہوا اور پھر اکٹھا کیا گیا۔ اور یہ کہ کوئی بھی چیز جو زبانی ہو قابل اعتبار نہیں ہو سکتی۔ پھر جب انہیں بتایا جاتا ہے کہ نزول قرآن کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے تحریری شکل میں محفوظ کرادیا کرتے تھے، تو اس بات پر بھی وہ جھٹ سے اعتراض جڑ دیتے ہیں۔ یہ لوگ دور اول میں سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اکٹھا کیے جانے والے تحریری اثاثے پر بھی بلا تکلف اعتراض وارد کر دیتے ہیں۔ کچھ مستشرقین خلیفہ سوم سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ کے اس کارنامے کا اعتراف کرتے ہیں کہ

"انہوں نے قرآن کے تمام نسخوں کو جمع کر کے چار (اور بعض روایتوں میں سات) مستند اور مصدقہ نسخے سرکاری طور پر منظور کیے اور پھر انہیں مرکزی شہروں میں بھیجا۔ مگر اس کے ساتھ ہی مستشرقین یہ

---

[18] Azmi, The History of The Quranic Text, 03.
[19] Azmi, The History of The Quranic Text, 02.

اعتراض بھی کرتے ہیں کہ یہ کام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی رحلت کے پندرہ برس بعد ہوا، اس لیے ان کے خیال میں قرآن کا متن متاثر ہوا ہو گا۔ حالانکہ خود عہد نامہ قدیم کی کچھ کتب تو پانچ سے آٹھ سو برس تک زبانی روایت کے بل پر اگلی نسلوں کو منتقل ہوتی رہی تھیں۔ اس کے برعکس اہل علم و دانش نے اس حقیقت کو واضح کیا۔"[20]

پوئن کی صنعا کے پارچہ جات پر تحقیقات

ڈاکٹر جوزف پوئن اپنے مضمون The Quran as Text میں یمنی ذخائر (Hoards) میں ملنے والی انوکھی خصوصیات کی طرف اشارہ کرتا ہے۔[21] :

- الف کی ناقص لکھائی۔ یہ دوسروں کی نسبت صنعاء پارچہ جات میں زیادہ عام ہیں۔
- مخصوص آیات کے اندر آیت مفاصل کے مقام میں تغیرات (اختلافات) ہیں۔
- عظیم ترین دریافت ایک ایسا پارچہ ہے جہاں سورۃ ۲۶ کا اختتام سورۃ ۳۷ کے بعد آتا ہے۔
- قرآن مجید کی تکمیل تیسری صدی ہجری میں ہوئی ہے۔

The Atlantic Monthly کے لئے جنوری ۱۹۹۹ء کی "What is Koran" کی تصنیف میں، Toby Lester نے Dr.Puin کی دریافتوں پر بہت زیادہ انحصار کیا۔ صنعا، یمن کے مصاحف کی بحالی میں اہم شخصیات میں سے ایک ہے۔ ڈاکٹر پوئن نے خود معلوم کیا اور یمنی پارچہ جات کو آرٹیکل کی اشاعت سے شہرت دی اور لیسٹر (Lester) کے الفاظ پوئین (Puin) کے کام کے متعلق ہیجان خیز خوشی اور گہرے غصے کا باعث بنے۔ یہ بات یقینی ہے کہ ان قدیم مصاحف کا زمانہ پہلی صدی ہجری ہے۔ صنعاء میں ان مصاحف کی موجودگی کی بدولت ہمارے پاس پہلی صدی ہجری میں قرآن کی تکمیل کے وقیع ثبوت موجود ہیں۔ مسلمانوں کو یقین ہے کہ مکمل مصحف تیسرے خلیفہ عثمان بن عفان سے موجود ہے۔ ڈاکٹر اعظمی صنعاء مصاحف پر پوئن کی تحقیقات کو تاریخی دلائل کی روشنی میں رد کرتے ہیں کہ:

"پوئن (Puin) یہ عوی کرتا ہے کہ قرآن کی تکمیل کی تاریخ تیسری صدی ہجری ہے جبکہ دیگر مستشرقین یہ الزام نہیں لگاتے ہیں کہ قرآن کی تکمیل تیسری صدی ہجری کے اوائل میں ہوئی۔ مثلاً ریو

---

[20] Mustafa M. Azami "Mustashriqeen aur Qura'n." Magrib aur Islam, Edition-January(2002), 32.

[21] G.R. Puin, Observations on Early Qur'an Manuscripts in San'a''', in S. Wild (ed.), The Qur'an as Text, (Leiden, 1996), 107-111.

مینگانا(Rev.Mingana)، جو کہ دلیل دیتا ہے کہ یہ پہلی صدی ہجری تک مکمل ہوا اور تاہم دوسرے، مثلاً میور(Muir)، جس کا مؤقف ہے کہ موجودہ مصحف پیغمبر ﷺ کے دیئے گئے متن سے مماثلت رکھتا ہے۔ پھر الحجاج(م ۹۵ھ) جس کو بہت سے مغربی ماہرین قرآن کی حتمی جمع و تدوین کا کریڈٹ دیتے ہیں۔ یہ تمام تواریخ پہلی صدی سے تعلق رکھتی ہیں۔۔ ۱۱ ہجری کے اوائل میں پیغمبر ﷺ کی وفات کے ساتھ ہی، وحی اپنے فطری انجام (فطری اختتام) کو پہنچی؛ انہیں ابو بکر صدیق(م ۱۳ ھ) کی خلافت میں خارجی شکل میں تالیف کیا گیا، اور ان کے ہجوں کو معیاری شکل دی گئی اور نسخے حضرت عثمان نے بھیجے۔ یہ اسلامی مؤقف ہے۔ مسلمانوں نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ مکمل قرآن حضرت عثمان تک نہیں لکھا گیا اور اگر پوئن (Puin) یہ دعویٰ کرتا ہے پھر وہ یقیناً مسلمانوں کی ترجمانی نہیں کرتا ہے۔ پہلی صدی کے متعدد درجن قرآنی مصاحف دنیا بھر کی بہت سی لائبریریوں میں موجود ہیں۔ میرا ذاتی اندازہ یہ ہے کہ، دنیا بھر میں، تمام ادوار سے تعلق رکھنے والے تقریباً کوئی اڑھائی لاکھ مکمل یا جزوی مصاحف ہیں۔"[22]

قرن اول کے اہم قرآنی مصاحف

ذیل میں پہلی صدی ہجری کے مصاحف میں سے بعض کی ایک فہرست دی جاتی ہے :

- حضرت عثمان بن عفانؓ سے منسوب ایک مصحف۔امانت خزانہ (Amanat Khizana)،توپ کاپی (Topkapi) سرائے، استنبول نمبر 1۔
- حضرت عثمان بن عفانؓ سے منسوب ایک اور مصحف، امانت خزانہ، توپ کاپی سرائے، نمبر ۲۰۸۔ اس نسخہ کے کوئی ۳۰۰ اوراق ہیں اور اس کے دونوں سروں سے ایک حصہ غائب ہے۔
- حضرت عثمان بن عفانؓ سے منسوب ایک اور مصحف، امانت خزانہ، توپ کاپی (Topkapi) سرائے، نمبر۔ ۱۰۔ اس کے صرف ۸۳ اوراق ہیں۔ ترکی زبان میں تحریر شدہ نوٹس پر مشتمل ہے کاتب کو بیان کرتے ہوئے۔
- اسلامک آرٹ کے میوزیم، استنبول میں حضرت عثمان بن عفانؓ سے منسوب۔ اس میں شروع، درمیان اور آخر کے اوراق نہیں ہیں۔ ڈاکٹر المنجد پہلی صدی کے دوسرے نصف تک اس کے زمانے کو قرار دیتا ہے۔
- تاشقند میں حضرت عثمان بن عفانؓ سے منسوب، ۳۵۳ اوراق۔

[22] Azmi, The History of The Quranic Text, 330.

- ۱۰۰۰ اصفحات کا ایک بڑا مصحف، ۲۵-۳۱ ہجری کے مابین لکھا گیا، رواق المغاربہ، الازہر، قاہرہ۔
- حضرت عثمانؓ سے منسوب، The Egyptian Library، قاہرہ۔
- پالمپسیسٹ پر خلیفہ حضرت علیؓ بن ابی طالب سے منسوب۔Muzesi Kutuphanesi، توپ کاپی سرائے، نمبر۔29 E.H. 36۔اس کے 147 اوراق ہیں۔
- خلیفہ حضرت علیؓ سے منسوب۔امانت خزانہ، توپ کاپی سرائے، نمبر۔ ۳۳۔اس کے صرف ۴۸ اوراق ہیں۔
- خلیفہ حضرت علیؓ سے منسوب۔امانت خزانہ، توپ کاپی سرائے، نمبر۔2 E.H. 25۔۴۱۴ اوراق پر مشتمل ہے۔
- خلیفہ علیؓ سے منسوب، رضا لائبریری، رامپور، انڈیا، نمبر۔۱-۳۴۳ صفحات پر مشتمل ہے۔
- خلیفہ حضرت علیؓ سے منسوب، صنعاء، یمن۔
- خلیفہ حضرت علیؓ سے منسوب، المشد الحسینی، قاہرہ۔
- حضرت علیؓ سے منسوب، ۱۲۷ اوراق، نجف، عراق۔
- حسین بن علیؓ سے منسوب (م ۵۰ھ)، ۴۱ اوراق، مشہد، ایران۔
- حسن بن علیؓ منسوب، ۱۲۴ اوراق، مشہد، ایران، نمبر ۱۲۔
- حسن بن علیؓ سے منسوب، ۱۲۴، نجف، عراق۔
- ایک مصحف، ۳۳۲ اوراق، غالب امکان ہے پہلی صدی کے پہلے نصف کے اوائل سے، The Egyptian Library، قاہرہ، نمبر ۱۳۹ مصاحف۔
- خدیج بن معاویہ سے منسوب، ۴۹ ہجری میں لکھا گیا۔امانت خزانہ، توپ کاپی سرائے، ۱۲ اس کے ۲۲۶ اوراق ہیں۔
- ۴۷ ہجری میں لکھا گیا کوفی رسم میں ایک مصحف، امانت خزانہ، توپ کاپی سرائے، نمبر۔ 2۔اس کے ۴۰۶ اوراق ہیں۔
- ۷۷ ہجری میں الحسن بن باری کا تحریر کردہ ایک مصحف۔The Egyptian Library، قاہرہ، نمبر: ۵۰
- میوزیم آف اسلامک آرٹ، استنبول میں ایک مصحف، نمبر۔۳۵۸۔ڈاکٹر المنجد کے مطابق، یہ پہلی صدی کے اواخر سے تعلق رکھتا ہے۔
- ۱۱۲ صفحات والا ایک مصحف، دی برٹش میوزیم، لندن۔
- ۲۷ صفحات والا ایک مصحف، The Egyptian Library، قاہرہ، نمبر: ۲۴۷۔

- the Biblio- theque Nationale de France, کے مقام پر مختلف مصاحف کے کوئی ۵۰۰۰ اوراق بہت سے پہلی صدی سے ہیں۔[23]

خلاصہ بحث:

یہ ایک حتمی فہرست نہیں ہے لیکن ان شقوں سے قطع نظر، مذکورہ بالا فہرست ظاہر کرتی ہے کہ بہت سے مکمل (اور نیم مکمل) مصاحف اسلام کے ابتدائی ترین ایام سے باقی رہ گئے ہیں، اور ان میں مصحف عثمان سے قبل کے مصاحف بھی ہو سکتے ہیں۔ اگرچہ یقینی طور پر بہت زیادہ املائی اختلافات پر مشتمل مصحف صنعاء کسی نئی چیز یا اس کے ثبوت میں کسی قابل قدر شئے کا اضافہ نہیں کرتے ہیں، البتہ یہ حقیقت ضرور ظاہر کرتے ہیں کہ اسلام کی پہلی دہائیوں کے اندر ہی قرآن کی تدوین کا فریضہ پایہ تکمیل کو پہنچ چکا تھا۔ صنعا اور اس جیسے دیگر استشراقی منصوبوں کے ممکنہ اثرات سے بچنے کے لئے اہم ترین اور مطلوب صورت یہ ہے کہ وہ علمی ذخائر جہاں مسلم اہل علم و دانش آسانی سے رسائی حاصل کر سکتے ہیں، وہاں اس نوعیت کے متوازی نسخہ جات کی نشاندہی کر کے ان پر پیش قدمی کے طور پر تحقیقی عمل سرانجام دینا چاہیئے تاکہ استشراقی ارتیابات کے وقوع سے قبل ہی ان کا سد باب ممکن ہو سکے۔ علی سبیل المثال ہماری دانست کے مطابق استنبول میں (Turk ve Islam Eserleri Miizesi) کا ذخیرہ، ممکنہ طور پر صنعاء پارچہ جات سے بھی زیادہ اہم ہے جو ہنوز کسی محقق عالم کی نظر امعان کا منتظر ہے۔

[23] Azmi, The History of The Quranic Text, 318.